بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

اور نیکی و بدی برابر نہ ہو جائیں گی برائی کو بھلائی سے ٹال دے (فصلت : ۳۴)

رُواداری

قرآن و حدیث اور تاریخ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم۔ اے ، پی۔ ایچ۔ ڈی

بین الاقوامی سلسلۂ اشاعت نمبر

۱۶

ادارۂ مسعودیہ ، ۲/۶۔ ۵۔ ای ، ناظم آباد۔ کراچی (سندھ)
اسلامی جمہوریۂ پاکستان ، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء

رواداری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

رواداری قرآن وحدیث اور تاریخ کی روشنی میں

(۱)

اسلام محبت و پیار کا مذہب ہے، آشتی اور شانتی کا مذہب ہے، اسلام سب کا مذہب ہے، ہاں یہ سب کا ہے اور سب اس کے ہیں...... قرآن حکیم نے خدا کا یہ تصور دیا کہ وہ رحمٰن ورحیم ہے۔[1] مہربان ہے، بہت ہی مہربان۔ رب العالمین ہے،[2] جہانوں کا پالنہار...... اس نے اپنے لئے رحم وکرم کو طے کرلیا۔[3] اپنے بندوں کے سارے گناہ معاف کردیتا ہے[4]...... اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ تصور دیا کہ کسی فرقے یا جماعت کے لئے نہیں بلکہ سارے انسانوں کے لئے تشریف لائے ہیں۔[5] سارے جہانوں کے لئے رحمت ہیں[6]...... اور قرآن حکیم نے اپنے لئے یہ تصور دیا کہ سارے انسانوں کے لئے نازل ہوا ہے، اس میں سارے انسانوں کیلئے صحت ونصیحت اور ہدایت ورحمت ہے[7]...... قرآن حکیم کے ان تصورات میں سارے انسانوں کے لئے بڑی کشش ہے...... ان تصورات میں عالم گیریت ہے، یہ تصورات سارے جہاں کو سمیٹے ہوئے ہیں...... یہ دنیا قرآن کریم سے بہت دور چلی گئی، خود مسلمان قرآن حکیم سے بہت دور چلے گئے۔ آج عقل کی آنکھ سے قرآن کریم کا مطالعہ کرنے والے حیران ہو رہے ہیں کہ جو کچھ صدیوں کے تجربے کے بعد ہم آج معلوم کر رہے ہیں، قرآن کریم نے تو صدیوں پہلے بتادیا تھا...... فرانس کے فاضل مارلیس بکائیے نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا عنوان ہے:۔

بائیبل، قرآن اور سائنس [8]

اس کتاب نے قرآن کریم کے بہت سے بھیدوں کو ہمارے آگے کھول کر رکھ دیا...... مصنف نے قرآن کے جلوے خود بھی دیکھے اور ہم کو بھی دکھائے اور بالآخر وہ مسلمان ہوگئے یعنی اپنے گھر میں آگئے کیوں کہ دین اسلام سب انسانوں کا دین ہے، جو اس سے دور ہے گویا اپنے گھر سے دور ہے۔ [9]

(۲)

قرآن ہندی سوسائٹی، ہند کا قیام وقت کی اہم ضرورت ہے، اس سوسائٹی کے بانی اور اراکین سب مبارکباد کے مستحق ہیں۔

قرآن کے پیغام کو عام ہونا چاہئے، یہ سارے انسانوں کے لئے ہے اس میں دل ودماغ دونوں کے لئے سب کچھ ہے، ہمیں دماغ کی بھی ضرورت ہے اور دل کی بھی ضرورت ہے، خالی دماغ کچھ نہیں کرسکتا، اقبال نے سچ کہا تھا:۔

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں
راہبر ہو ظن وتخمیں تو زبوں کار حیات

ہم قرآن سے بہت کچھ حاصل کرسکتے ہیں، یہ خالق کی آواز ہے، یہ پالنہار کے بول ہیں...... جب ہم کو خالق کی ہر مخلوق سے پیار ہے تو پھر ان بولوں سے بھی پیار ہونا چاہئے...... عقل یہی کہتی ہے، زندگی کی یہی پکار ہے۔

ہم قرآن کی روشنی میں دنیا کو امن کا گہوارہ بنا سکتے ہیں...... وہ دنیا جو آج بے چین ومضطرب ہے...... جہاں ظلم ہی ظلم ہے۔ پیار نہیں، پریم نہیں، محبت نہیں، سہار نہیں...... ہر آنکھ محبت کو ترس رہی ہے...... رواداری اور محبت کا جذبہ جب پیدا ہوسکتا ہے جب انسان سے پیار ہو...... قرآن حکیم نے بتایا کہ انسانی جان کتنی عظیم ہے، بہت عظیم...... جس نے ایک انسان کو قتل کیا گویا اس نے سارے انسانو ں کو قتل کردیا...... قرآن کی آواز کان لگا کر سنئے:۔

جس نے کون جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کئے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا
اور جس نے ایک جان کو زندہ رکھا تو گویا اس نے سب جانوں کو زندہ رکھا۔ [10]

ایک اور جگہ فرمایا۔

جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی اسے ناحق نہ مارو۔[11]

قرآن میں بار بار فرمایا گیا...... اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔[12] اس لئے تم بھی فساد کو نہ چاہو۔ [13]

قرآن حکیم نے انسانوں کو ایک طرف فساد سے روکا اور دوسری طرف عفو و درگزر اور رواداری کا سبق سکھایا، س پیارے انداز سے سمجھایا:۔

اور نیکی و بدی برابر نہیں، برائی کو بھلائی سے ٹالو پھر دیکھنا کہ تم میں اور اس میں جسے تم سے دشمنی تھی ایسی محبت ہو جائے گی جیسے جگری دوست۔ [۱۴]

غور فرمائیں! وہ انسان جو اپنے محسن کے ساتھ دشمنی اور بدخواہی کرتا ہے، انسان نہیں، درندہ ہوتا ہے کیونکہ محسن کو ہلاک کرنا درندے کی صفت ہے...... وہ انسان جو اپنے محسن کے ساتھ بھلائی کرتا ہے، وہ انسان اصل میں حیوان کی منزل پر ہے کیوں کہ حیوان کی یہی خوبی ہے کہ اس کے ساتھ بھلائی کی جاتی ہے تو بھلائی کرتا ہے...... ہاں، وہ انسان جو بدوں کے ساتھ نیکی کرتا ہے حقیقت میں انسان ہے کیونکہ کہ یہ خوبی نہ کسی درندے میں ہے اور نہ کسی حیوان میں...... قرآن حکیم نے اسی انسانیت کا سبق سکھایا ہے، یہ سبق بہت ہی عظیم ہے...... رواداری اور بدوں کے ساتھ نیکی کرنے کے لئے بڑی قوت برداشت کی ضرورت ہوتی ہے اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا:۔

اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔ [۱۵]

(۳)

اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنایا اور آپ سے بار بار فرمایا:۔

- ......تو تم (بدخواہوں اور دشمنوں) کو چھوڑ دو اور درگزر کرو۔ [۱۶]
- ......اے محبوب! معاف کرنا اپنی عادت بنا لو اور بھلائی کا حکم دو۔ [۱۷]
- ......لوگوں سے اچھی بات کہو۔ [۱۸]

اللہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت فرمائی اور آپ نے سب انسانوں کی تربیت فرمائی...... آپ نے انسان کا احترام کیا اور انسانوں کی بات کی...... آپ کی باتیں سن سن کر انسان حیران ہوتا ہے، آپ نے فرمایا۔

- ......جس نے کسی زیر معاہد غیر مسلم کو قتل کیا، جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا۔ [۱۹]
- ......جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ [۲۰]
- ......تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔ [۲۱]
- ......تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوگا جب تک کہ اور لوگوں کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ [۲۲]
- ...... لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو تا کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ [۲۳]
- ......آپس میں ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو، ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو اور سب مل کر خدا کے بندے ہو جاؤ اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ [۲۴]

اچھی نصیحتیں اور اچھی اچھی باتیں تو سب کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں مگر دیکھنا یہ ہے جو کچھ کہا گیا، کر کے بھی دکھایا گیا؟...... سب بولتے ہوئے نظر آتے ہیں، کرتا ہوا کوئی نظر نہیں آتا...... مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اس پر عمل کر کے دکھایا...... آپ عمل میں سب انسانوں پر سبقت لے گئے...... آپ کی مبارک زندگی کا یہ پہلو بڑا ہی روشن اور تابناک ہے...... جب انسان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرتی زندگی، اور عملی دنیا دیکھتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے، آپ نے اس شان کی رواداری کا مظاہر فرمایا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی...... افسوس ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے سے بہت دور چلے گئے!

سب کو معلوم ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ والوں نے کیسا دردناک اور شرمناک سلوک کیا مگر آپ نے ہمیشہ بدی کا بدلہ نیکی سے دیا...... مکہ مکرمہ میں آپ کے دشمن، شرفاء اور سرداران قریش، عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، عباس بن عبدالمطلب ،ابی بن خلف اور امیہ بن خلف۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے عزت سے بٹھایا اور محبت سے باتیں کیں، بات کر رہے تھے کہ ایک نابینا صحابی عبداللہ بن مکتوم حاضر ہوئے۔ انہوں نے بات کاٹ کے کچھ کہنا چاہا مگر آپ نے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی اور اپنی باتیں جاری رکھیں...... قرآن حکیم میں اس واقعہ کا ذکر موجود ہے،[۲۵] یہ مکہ مکرمہ کا واقعہ ہے...... دوسرا واقعہ مدینہ منورہ کا ہے جو بخاری شریف، مسلم شریف اور مسند احمد بن حنبل وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے...... صحابی رسول حضرت سھل بن حنیف اور سعد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک غیر مسلم کا جنازہ دیکھ کر کھڑے ہوگئے، اس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ جنازہ غیر مسلم کا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک بار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک یہودی کا جنازہ گزرا، آپ دیکھ کر کھڑے ہوگئے، کسی نے عرض کیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے...... آپ نے جو جواب عنایت فرمایا اس سے آپ کی نظر میں انسانی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے، آپ نے فرمایا...... ''کیا وہ جان نہیں''؟...... یعنی ہماری بھی جان ہے، اس کی بھی جان ہے۔ جس پیدا کرنے والے نے ہم کو پیدا کیا ہے، اس کو بھی پیدا کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان کے انسان کے ساتھ کم از کم تین رشتے تو ہیں:۔

- ......وہ اللہ کا بندہ ہے
- ......وہ آدم (علیہ السلام) کی اولاد ہے
- ......وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان رشتوں کا خیال رکھا اور عین جنگ میں بھی دشمنوں کے لئے دعا فرمائی...... کیا دنیا کے کسی کمانڈر نے کبھی دشمن کے لئے دعا کی ہے؟...... یہ جان کا احترام ہی تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کیا، قتل کرنا تو کجا کسی مسلم یا غیر مسلم کو مارا تک نہیں، خادم یا بچوں کو مارنے کے لئے ہاتھ نہ اٹھایا، کبھی خادم کو ڈانٹا تک نہیں...... میدان جنگ میں صف بندی کے وقت ایک صحابی کے سینے پر اتفاقاً اچٹتا ہوا نیزہ لگ گیا، بدلہ دینے کے لئے سینہ مبارک کھول دیا...... دوران سفر ایک صحابی کی پیٹ پر اتفاقاً چابک لگ گیا، بدلہ دینے کے لئے پشت مبارک کھول دی...... آپ نے شان عدل ورواداری دکھا کر دنیا کو حیران کر دیا...... بدلہ کس کو لینا تھا!...... ایک صحابی نے آگے بڑھ کر سینہ مبارک چوم لیا، دوسرے صحابی نے آگے بڑھ کر مہر نبوت کو بوسہ دیا اور پیچھے ہٹ گئے...... آپ تو سارے عالم کے لئے رحمت ہی رحمت ہیں......

آپ نے قدم قدم پر رواداری ومحبت کے چراغ روشن کئے اور دلوں کو محبت کے نور سے منور کر دیا...... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بدترین بدخواہوں کی رعایت فرمائی، ان کی سفارش پر سینکڑوں قیدی آزاد کر دیئے، ان کی عیب پوشی فرمائی، یہاں تک کہ وہ مرگئے پھر بھی آپ نے کفن کے لئے اپنی چادر مبارک عطا فرمائی اور ان کی بدخواہی ظاہر نہ ہونے دی، آپ سراپا رحمت تھے۔

(۴)

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ آپ کے ہم وطنوں نے آپ پر مصائب کے پہاڑ توڑے مگر آپ نے سب کچھ خندہ پیشانی اور کمال صبر وتحمل سے برداشت کیا...... ۶۱۵ء میں مکہ مکرمہ کے تمام قبائل نے طے کر لیا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے خاندان ومعاونین کا سوشل بائیکاٹ کیا جائے اور سب کو مکہ کی ایک وادی میں مقید کر دیا جائے، ایسا ہی کیا گیا...... ملنا جلنا، لین دین بند کر دیا، نہ پینے کے لئے کچھ تھا، نہ کھانے کے لئے...... تین سال تک درختوں کے پتے کھا کھا کر، چمڑے کے ٹکڑے چبا چبا کر وقت گزارا گیا......

آخر یہ قیامت خیز رات ختم ہوگئی اور قبائل نے بائیکاٹ ختم کر دیا[۲۷]...... اسلام کی لگن لگی ہوئی تھی، آپ تبلیغ اسلام کے لئے مکہ مکرمہ سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر خوشحال لوگوں کی بستی طائف میں تشریف لے گئے...... وہاں طائف والوں نے وہ ظلم و ستم کیا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا، غشی سی طاری ہوگئی، آپ مکہ مکرمہ واپس آ گئے...... یہاں دو سال بعد ۶۲۲ء میں تمام قبائل نے طے کیا کہ سب قبائل کے نمائندے مل کر بیک وقت آپ کو شہید کر دے...... اس ارادے کی خبر پا کر ۲۶ دسمبر ۶۲۲ء کو آپ نے اپنے وطن سے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ روانہ ہوئے، لیکن قدم قدم پر عفوو درگزر اور رواداری کے چراغ رشن کرتے گئے...... غار ثور سے نکل کر مدینہ منورہ جا رہے تھے کہ راستے میں دشمن جاں سراقہ بن جعشم نے آ لیا، حملہ کیا۔ اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا، سراقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قابو میں آ گیا، معافی طلب کی، اسی وقت معاف کر دیا...... امان طلب کی، اسی وقت امن نامہ لکھ کر دے دیا گیا[۲۸]...... کیا رواداری کی اس سے بڑی مثال کوئی پیش کرسکتا ہے؟...... یہی نہیں بلکہ آپ نے سراقہ کو یہ خوشخبری بھی سنائی کہ وہ شاہ ایران کے کنگھن پہنے گا، وہ حیران ہوگیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جب ایران فتح ہوا آپ کے سامنے کنگھن پیش کئے تو آپ نے اپنے ہاتھ سے سراقہ کے ہاتھوں میں کنگھن پہنائے اور فرمایا:۔

> لائق حمد و ثنا صرف اللہ کی ذات ہے جس نے کسریٰ جیسے بادشاہ عجم کے کنگھن چھین کر سراقہ جیسے غریب دیہاتی کو پہنا دیئے۔[۲۹]

افسوس دنیا کے مورخوں اور دانشوروں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جنگجو اور سخت گیر انسان کی حیثیت سے متعارف کرایا اور وہ باتیں مشہور کیں جن کو سن کر عقل و دانائی شرماتی ہے...... میں جنگ کے حوالے سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیرت انگیز صبر و تحمل اور رواداری کا ذکر کرنا چاہتا ہوں...... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ نہیں کی بلکہ آپ کو جنگ پر مجبور کیا گیا، تلوار اٹھانے پر مجبور کیا گیا...... آپ نے مکہ مکرمہ میں تلوار نہیں اٹھائی، خاموشی سے مدینہ منورہ چلے گئے اور اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہوگئے مگر دشمن مکہ مکرمہ سے تین چار سو میل چل کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا اور مستقل مدینہ کے یہود و نصاریٰ سے ساز باز کرتا رہا...... آپ کو اور آپ کے رفقاء کو یہاں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا...... جب دشمن سر پر آ جائے تو کون ہے جو اس کے خلاف تلوار اٹھانے کو جنگجویانہ حرکت کہے گا؟...... ۲ھ/ ۶۲۳ء میں غزوہ بدر پیش آیا...... ۳ھ/ ۶۲۵ء میں غزوہ احد پیش آیا...... ۴ھ/ ۶۲۵ء قینقاع و بنو نضیر پیش آیا...... ۵ھ/ ۶۲۸ء میں غزوہ احزاب و خندق پیش آیا...... آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ابھی مدینہ منورہ آئے ہوئے دو سال بھی نہ گزرے تھے کہ دشمن نے جنگ کا اعلان کر دیا اور اپنے عمل سے یہ بتا دیا کہ وہ صرف جنگ چاہتا ہے، مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پے در پے ستم رانیوں کے باوجود اپنے عمل سے بتا دیا کہ وہ صرف محبت و پریم چاہتے ہیں...... آپ کو سن کر حیرت ہوگی کہ دشمنوں کے پے در پے حملوں کے باوجود ۶ھ/ ۶۲۸ء میں آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بغیر سامان جنگ، حج کیا ارادے سے عمرے کا احرام باندھ کر مدینہ منورہ سے ایک نہایت ہی خطرناک سفر پر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے...... اہل ہمت ساتھ ہوئے مگر جن کی ہمتوں نے جواب دے دیا تھا وہ ساتھ نہ ہو سکے اور معاذ اللہ اس خیال میں رہے کہ شاید حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اپنے گھروں کو واپس نہ آئیں گے [۳۰] یعنی سب شہید ہو جائیں گے...... حالت جنگ میں بغیر سامان جنگ دشمن کی زمین کی طرف سفر کرنا خطرناک تھا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کچھ ثابت کر دیا جو آپ فرماتے تھے یعنی محبت، محبت اور صرف محبت...... مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ گئے، مگر دشمن نے نہ عمرہ ادا کرنے دیا اور نہ حج ادا کرنے دیا البتہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کی جاں نثاری کا عالم دیکھ کر دشمن ضرور حیران ہوا...... وطن سے دور جنگ کا کوئی ساز و سامان نہیں پھر بھی ہر فدا کار جان دینے کے لئے تیار! [۳۱]...... دشمن نے ایک معاہدہ ترتیب دیا اور اس میں ساری باتیں اپنی منوائیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری باتیں مان کر دشمن کو حیران کر دیا اور حسن سلوک و رواداری کی وہ مثال قائم کی جس کی نظیر نہیں ملتی......!

ان شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ...... ''مدینہ سے کوئی مسلمان مکہ آئے تو واپس نہ کیا جائے گا اور مسکہ سے کوئی غیر مسلم یا مسلم مدینہ جائے تو واپس کیا جائے گا......'' آپ نے یہ بات بھی مان لی مگر دو سال بعد دشمن نے جب بالکل مجبور کر دیا تو ۸ھ/ ۶۳۰ء میں آپ جاں نثاروں کے ایک عظیم لشکر کے ساتھ مکہ مکرمہ روانہ ہوئے پھر جو کچھ ہوا تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی...... جب آپ فاتحانہ انداز سے بغیر کسی قتل وخوں ریزی کے مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے تھے تو آپ نے فرمایا:۔

جو شخص ہتیار ڈال دے گا، ابوسفیان کے ہاں پناہ لے گا یا خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے گا اس کو امن دیا جائے گا۔ ۳۲

۱۰ رمضان المبارک ۸ھ/ یکم جنوری ۶۳۰ء کو جب بغیر خوں بہائے مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو آپ نے اہل مکہ کو جمع کر کے جو کچھ فرمایا اس نے دنیا کو اور حیران کر دیا، آپ نے فرمایا:۔

آج کے دن تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔ ۳۳

ان آزاد ہونے والوں میں وہ خاتون ہند بھی تھی جس نے ۳ھ/ ۶۲۵ء میں آپ کے شہید چچا کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چباچبا کر آپ کے سامنے تھوک دیا۔ آپ نے ان سب کو معاف کر دیا، اور جان کے دشمنوں کو جاں نثار بنا لیا۔

اس بے مثال رواداری اور دریادلی پر اظہار خیال کرتے ہوئے اسٹینلے لین پول (Stanley Lane Pole) کہتا ہے۔

"Facts are hard things; and it is a fact that the day of Muhammad's greatest triumph over his enemies was also the day of his grandest victory over himself.He freely forgave the Qureysh all the years of sorrow and cruel scorn they had inficted on him: he gaveamnesty to the whole pupulation of Mekka' 34

(ترجمہ) حقیقتیں بڑی کٹھن ہوتی ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دشمنوں پر عظیم ترین فتح ونصرت کا دن خود اپنی ذات پر نہایت ہی شاندار کامیابی کا دن تھا...... آپ نے نہایت فراخ دلی کے ساتھ قریش کو معاف کر دیا...... سالوں جس غم واالم میں آپ کو بتلا کیا گیا، جسکر دیا...... سالوں جس غم واالم میں آپ کو بتلا کیا گیا، جس نفرت وحقارت سے آپ کو دیکھا گیا، جو ظلم وستم آپ پر ڈھایا گیا، آپ نے سب کچھ معاف کر دیا...... آپ نے مکہ کی ساری آبادی کو عام معافی دے دی۔

اور ایس۔ پی۔ اسکاٹ (S.P.Scott) لکھتا ہے۔

His magnanimity and the profound knowledge of human heart,which stamped him a leader of men,were evidened by his noble conduct and princely liberation to the Quraish after the Conquest of Mekka ! 35

(ترجمہ) آپ کی دریادلی اور انسانی ضمیر کے گہرے ادراک نے آپ کو نوع انسانی کا ممتاز رہبر ثابت کر دیا جس پر آپ کا شریفانہ کردار اور فتح مکہ کے وقت قریش مکہ کی شاہانہ معافی، گواہ ہے۔

ڈاکٹر گستاف وائل (Gustav weil) ۳۶ ڈاکٹر ڈبلیو۔سی۔ٹیلر۔ (W.C.Taylor) ۳۷ وغیرہ نے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیاضانہ برتاؤ کا ذکر کیا ہے۔

فتح مکہ کے بعد آپ چاہتے تو اپنے وطن مکہ ہی رہتے مگر رواداری اور دل داری کی یہ شان دکھائی کہ اپنے وطن کو چھوڑ کر مدینہ والوں کے ساتھ مدینہ چلے گئے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہیں آرام فرمایا......

(۵)

۱۰ھ/ ۶۳۲ء میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری خطبہ ارشاد فرمایا اور ۱۱ھ/ ۶۳۲ء میں آپ نے پردہ فرمایا...... اس خطبہ سے اندازہ ہوتا ہے آپ کی نظر میں انسانی عظمت کا کیسا دل پذیر تصور تھا...... آپ نے فرمایا:۔

اے لوگو! تمہارا رب ایک، رسول ایک، دین ایک، تمہارا باپ ایک...... کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر فضیلت نہیں اور نہ ہی گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر فضیلت ہے......فضیلت کا معیار صرف پرہیزگاری ہے۔ ۳۸

اے انسانوں ہم نے تم سب کو ایک مرد، ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو قبیلہ قبیلہ اور خاندان خاندان صرف اس لئے بنادیا کہ تم آپس میں پہچان رکھو...... بے شک اللہ کے نزدیک سب سے عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ ۳۹

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ بلند میں شرافت وانسانیت کا یہ تصور تھا جس نے انسان کو بہت محترم کردیا تھا، حالت جنگ میں، عقل ودانائی کے اس دور میں بھی، سرافت وانسانیت کا دامن تار تار ہوتا ہوا نظر آتا ہے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں بھی احترام انسانیت کا وہ درس دیا جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا...... آج تک کسی فوجی کمانڈر نے یہ درس نہ دیا ہوگا بلکہ اس کے وہم وخیال میں بھی نہ گزرا ہوگا......۱۱ھ/۶۳۲ء میں جس سال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ فرمایا، مظلوم مسلمانوں کے خون کا بدلہ لینے کے لئے شام کی طرف ایک لشکر بھیجا جارہا تھا، اس لشکر کو آپ نے یہ ہدایات دیں:۔

''اللہ کا نام لے کر خدا کے دشمنوں سے ملک شام میں لڑائی لڑو، وہاں تمہیں خانقاہوں میں گوشہ نشین راہب ملیں گے، خبردار! ان سے تعرض نہ کرنا، ان کے علاوہ بعض ایسے (لوگ) ملیں گے جن کی کھوپڑیوں میں شیطان نے گھونسلے بنا رکھے ہیں، تلوار سے ان کا قلع قمع کردو...... دیکھو! عورت، شیر خوار بچے، اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا، نہ کھجور یا دوسرا درخت کاٹنا، نہ کوئی عمارت مسمار کرنا۔'' ۴۰

ڈاکٹر ہانس کروزے (Hans Kruse) اسلام کے اصول جنگ پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

''According to these the fighters for the sake of faith and religion are not allowed to kill women,children,aged persons, invalids,paralytics,monks and hermits, and those who are non-belligerents.Unnecessary destruction, devastation etc.isas much forbidden as the killing of hostages." 41

(ترجمہ) مجاہدین کو یہ اجازت نہیں کہ وہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں، معذوروں، عابدوں، زاہدوں اور ان لوگوں کو جو شریک جنگ نہیں، قتل کریں...... غیر ضروری تباہ کاری اور بربادی سے بھی اتنی سختی سے روکا گیا ہے جتنی سختی سے کسی زیر معاہدہ غیر مسلم کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

میثو نے بھی حالت جنگ میں اسلام کی اس نرمی کا ذکر کیا ہے۔ (ڈاکٹر گستاؤلی بان، تمدن عرب، حیدرآباد دکن، ص۱۲۴)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ نہیں کی بلکہ جس طرح ڈاکٹر، انسانی جسم سے پورے جسم کی بقا کے لئے کسی ناکارہ عضو کو دور کرتا ہے اس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی معاشرے کے جسم کی بقا کے لئے چند انسانی جانیں کام میں لیں...... آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ۶۲۴ء اور ۶۳۱ء کے درمیان صرف آٹھ سال میں کل ۲۷ غزوات یعنی جنگیں ہوئیں اور اس میں دونوں طرف کی تقریباً ایک ہزار جانیں کام آئیں...... اتنے کم نقصان کے بعد کتنا عظیم انقلاب آیا...... یہ تاریخی حقیقت قابل توجہ ہے...... دوسری طرف اس جدید دنیا نے کیا کیا؟...... آپ کو سن کر حیرت ہوگی کہ پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء......۱۹۱۸ء) میں ۷۳ لاکھ ۲۷ ہزار جانیں ضائع ہوئیں اور دوسری جنگ عظیم (۱۹۳۹ء......۱۹۴۵ء) میں تو کروڑوں انسان ہلاک ہوئے[42]...... جنگ تو جنگ آج ہمارے بڑے شہروں میں حادثات میں آٹھ سال تو کیا صرف ایک سال کے اندر اندر ایک ہزار سے زیادہ جانیں ضائع ہو جاتی ہیں...... دور جدید، عہد نبوی کے سامنے نادم وشرمسار ہے۔

(۶)

خلیفۂ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جو فوجیں ملک شام بھیجی تھیں، ان کو وہی ہدایات دیں جو اس سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھیں...... خلیفۂ دوم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بیت المقدس فتح کیا تو وہاں کے باشندوں کے ساتھ جو آپ نے معاہدہ کیا اس کی دفعات کی تاریخ میں مثال ملنی مشکل ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا اپنے مخالفین اور دشمنوں کے ساتھ کیا فیاضانہ سلوک رہا ہے...... معاہدے کے آخر میں یہ الفاظ ملتے ہیں:۔

> یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین عمر نے ایلیا (بیت المقدس) کے لوگوں کو دی...... یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست و بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لئے ہے، اس طرح پر کہ ان کے گرجاؤں میں یہ سکونت کی جائے گی، نہ وہ گرائے جائیں گے، نہ ان کے احاطے کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کے صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی، مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہیں کیا جائے گا، نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ [43]

جنگ یرموک میں شرکت کے لئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق حضرت ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ ملک شام کے مفتوحہ علاقے کو چھوڑ کر چلے تو انہوں نے غیر مسلموں کو جزیہ کی رقم واپس کردی (کیوں کہ اب وہ ان کے جان و مال کی حفاظت نہ کر سکتے تھے)، اس انصاف پسندی سے متاثر ہو کر وہاں کے باشندوں نے دعا دی۔

> ''خدا تم کو ہم پر حکومت کرنا نصیب کرے! اور تم کو رومیوں پر فتح یاب کرے! اگر اس موقع پر وہ لوگ ہوتے تو ہم کو کچھ نہ دیتے بلکہ ہمارے پاس جو کچھ باقی رہ گیا تھا وہ بھی لے لیتے''۔ [45]

اموریہ اور عباسیہ دور حکومت میں غیر مسلموں کے ساتھ جو رواداری نہ سلوک کیا گیا وہ اپنی نظیر آپ ہے...... ٹی۔ڈبلیو۔آرنلڈ (T.W.Arnold) نے اپنی کتاب ''The Preaching of Islam'' میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ہم وہیں سے چند حقائق بیان کرتے ہیں:۔

''حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۶۶۱ء......۶۸۰ء) نے اپنی حکومت میں بہت سے عیسائیوں کو ملازم رکھا......خلیفہ عبدالملک (۶۸۵ء......۷۰۵ء) کا درباری شاعر الاخطل عیسائی تھا......سینٹ جان دمشقی کا باپ خلیفۂ موصوف کا مشیر خاص تھا، اور سلوموبیہ (Sulmuyah) نامی ایک عیسائی معتمد حکومت تھا......خلیفۂ المعتصم (۸۳۳ء......۸۴۲ء) کے عہد حکومت میں ابراہیم نامی ایک عیسائی خازن تھا اور خود خلیفہ کے بھائی شہزادہ عبدالعزیز کا استاد ادسا (Edessa) نامی ایک غیر مسلم تھا...... خلیفۂ المعتضد (۸۹۲ء......۹۰۲ء) کے عہد حکومت میں ایک عیسائی عمر بن یوسف انبار گورنر تھا......خلیفۂ الموفق (۸۷۰ء......۸۹۷ء) کے عہد خلافت میں اسرائیل نامی ایک غیر مسلم ناظم عسا کر تھا، اور ایک غیر مسلم ناظم عسا کر تھا، اور ایک غیر مسلم مالک بن الولید معتمد حکومت تھا......خلیفۂ المقتدر (۹۰۸ء......۹۳۲ء) کے دور خلافت میں ایک عیسائی، دفتر جنگ کا انچارج تھا......خلیفۂ ہارون الرشید کا درباری طبیب جبریل نامی ایک غیر مسلم تھا، اس طبیب کو دولاکھ اسی ہزار درہم سالانہ ملتے تھے، اس کے علاوہ آٹھ لاکھ اسی ہزار درہم سالانہ ملتے تھے، اس کے علاوہ آٹھ لاکھ درہم خصوصی طور پر دیے جاتے تھے، ایک اور غیر مسلم شاہی طبیب تھا جس کی تنخواہ بائیس ہزار درہم تھی......عبدالعزیز بن مروان کے زمانے میں حلوان میں ایک قبطی گرجا بنایا گیا، ......خلیفہ ولید (۷۰۵ء......۷۱۵) کے حکم سے انطاکیہ میں یعقوبی گرجا بنایا گیا (۷۱۱ء)...... دسویں صدی عیسوی میں فسطاط میں ابوسیفین کا خوبصورت گرجا تعمیر ہوا......خلیفہ الظاہر (۱۰۲۰ء......۱۰۳۵ء) کے عہد خلافت میں جدے میں نیا گرجا تعمیر ہوا...... خلیفۂ الناسر (۱۱۷۰ء......۱۱۸۰ء) کے دور حکومت میں بہت سے نئے گرجے تعمیر ہوئے......۱۱۸۷ھ میں فسطاط میں ایک نیا گرجا حضرت مریم علیہا السلام کے نام نامی سے معنون ہوا''۔ ۴۶

(۷)

غیر منقسم ہندوستان کے اسلامی دور میں بھی غیر مسلموں کے ساتھ جس قسم کا برتاؤ کیا گیا، خود ان کا وجود اس کا شاہد ہے...... مسلمان فاتحین اگر یہاں کے رہنے والوں سے دشمنی اور تعصب کا برتاؤ کرتے تو برصغیر کا نقشہ کچھ اور ہی ہوتا۔

ہندوستان میں مسلمانوں نے اپنے دور حکومت میں جس رواداری کا ثبوت دیا اس کی تصدیق ہندوستان کے مشہور محقق و مورخ ڈاکٹر تاراچند اس طرح کرتے ہیں۔

''ہندوؤں کی ملازمت مسلمانوں کی حکومت کا جزو لازم تھی......محمود غزنوی کے پاس بہت سے ہندو فوجی دستے تھے جو اس کی طرف سے وسط ایشیا میں لڑے، اور یہ اس کا ہندو سپہ سالار تلک ہی تھا جس نے محمود کے مسلم سپہ سالار نیالتگین کی بغاوت کو فرد طرف سے وسط ایشیا میں لڑے، اور یہ اس کا ہندو سپہ سالار تلک ہی تھا جس نے محمود کے مسلم سپہ سالار نیالتگین کی بغاوت کو فرد کیا...... جب قطب الدین ایبک نے ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کر لیا تو اس نے ہندو ملازمین کو بحال رکھا'' ۴۷

ایک ہندو مورخ نے بڑی دل لگی بات کہی، انہوں نے کہا کہ ہندوستان کے وہ شہر جو مسلمان بادشاہوں، حاکموں کے دارلحکومت رہے وہاں ہمیشہ غیر مسلموں کی تعداد زیادہ رہی...... یہ ایک ایسی زندہ تاریخی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا...... حقیقت یہ ہے کہ اُن مسلمان بادشاہوں نے بھی اپنے غیر مسلم دشمنوں کے ساتھ کمال رواداری کا ثبوت دیا مؤرخوں نے جن کے کردار کو مسخ کیا ہے...... شیوا جی جب اورنگ زیب عالم گیر کے دربار میں حاضر ہوا تو گستاخانہ پیش آیا، بادشاہ نے درگزر کیا مگر جسونت سنگھ نے سزا کی سفارش کی...... یہ تاریخی واقعات ہیں جس کا ریکارڈ سنٹرل ریکارڈ آفس لائبریری، جے پور میں تھا (بقول کیوریٹر محمد یوسف عزیز الملک سلیمانی) مگر پنڈٹ جادو ناتھ سرکار نے نہ معلوم کیوں اس ریکارڈ سے استفادہ نہ کیا شاید اس لئے کہ وہ اورنگ زیب عالم گیر کی سچی تصویر پیش کرنا نہیں چاہتے تھے۔ جس واقعہ کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

> ''بیگم صاحبہ نواب جعفر خاں (وزیر اعظم) اور راجا جسونت سنگھ جی نے بہت اصرار کے ساتھ بادشاہ جی کے حضور عرض کی کہ سیوا کیا چیز ہے جو دربار شاہی میں اتنی بے ادبی اور عدول حکمی کر رہا ہے اور حضرت درگزر فرما رہے ہیں، ایسے بھومئے (زمیندار) تو بہت سے آئیں گے۔ اگر سب ایسی ہی بے ادبی کریں گے تو ملکی نظام کیسے برقرار رہے گا؟ اور جب یہ خبر ملک بھر میں پہنچے گی تو اوروں کو بھی ایسے ہی حوصلے ہوں گے...... جسونت سنگھ جی نے کہا کہ اس بے ادبی کی سزا ضرور دینی چاہئے۔ ۴۸

یہ تھی اس مسلمان بادشاہ کی اصلی تصویر جس کی صحیح تصویر اب تک ہمارے سامنے نہ آسکی...... ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ (T.W.Arnold) نے خوب کہا اور سچ کہا۔

> On the whole, unbeleivers have enjoyed under,
> Muhammadan rule a measure of tllerance the like of which
> is not to be found in Europe untill quite modern time. 49

> ترجمہ: مجموعی طور پر غیر مسلموں نے مسلمانوں کی حکومت میں جس شان کی رواداری سے لطف اٹھایا اس کی مثال یورپ میں اس جدید دور میں بھی نہیں ملتی......

الغرض اسلام تشدد و فساد کا مخالف ہے...... اسلام، رواداری و دل داری اور پیار و محبت کا مذہب ہے...... اسلام کی برکت سے مختلف زبانیں بولنے والے، مختلف علاقوں میں رہنے والے، مختلف رنگ و نسل کے امیر و غریب سب شیر و شکر ہوگئے جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی...... اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ انسانوں پر اپنا یہ عظیم احسان جتاتے ہوئے فرمایا: اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا، اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہوگئے۔ ۵۰

اقبال نے سچ کہا ہے۔

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہاں گیری، محبت کی فراوانی

۲۳ جمادی الاول ۱۴۱۸ — احقر محمد مسعود احمد
۲۶ ستمبر ۱۹۹۷ء — ۲/۱۷۔ اے سی، پی۔ ای۔ سی۔ ایچ۔ سوسائٹی
جمعۃ المبارک — کراچی (اسلامی جمہوریہ پاکستان)
فون نمبر 021-4552468

حواشی اور حوالے

۱..........قرآن حکیم،سورہ فاتحہ

۲..........قرآن حکیم،سورہ فاتحہ،آیت نمبر۱

۳..........قرآن حکیم،سورہ انعام،آیت نمبر۵۴

۴..........قرآن حکیم،سورہ زمر،آیت نمبر۵۳

۵..........قرآن حکیم،سورہ سبا،آیت نمبر۲۸

۶..........قرآن حکیم،سورہ انبیاء،آیت نمبر۱۰۷

۷..........قرآن حکیم،سورہ یونس،آیت نمبر۵۷

۸..........مارس بکائیے: بائبل،قرآن اور سائنس،(ترجمہ اردو ثناء الحق صدیق)ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ،کراچی ۱۹۹۳ء،صفحات ۴۰۸

نوٹ:۔ یہ کتاب پہلے فرانسیسی میں لکھی،عنوان تھا La Bible Coranat La Scienc پھر مصنف نے الاستیر دی پانیل کے اشتراک سے انگریزی میں ترجمہ کیا جو بہت مقبول ہوا۔اس ہمہ گیر مقبولیت کے پیش نظر اس کا اردو میں ترجمہ کیا گیا۔

۹..........راقم ''قرآن اور تصور مذہب'' کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ قلم بند کر رہا ہے جس میں ان حقائق کو سامنے لایا جائے گا جن کی طرف پوری توجہ نہیں دی گئی مثلاً اللہ نے تمام انسانوں کے لئے دین اسلام پسند فرمایا اور اس کے ماننے والوں کا نام مسلمان رکھا،حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی وحدانیت کی سب سے پہلے گواہی دی،پھر تمام ارواح نے گواہی دی،حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کا مطاع بنایا گیا۔ اس دنیا میں کم وبیش ایک لاکھ ۲۴ ہزار انبیاء آئے اور سب نے اسلام ہی کی بات کی،ہندوستان میں بھی بہت سے نبی آئے گویا ہندوستان میں ہزاروں برس پہلے اسلام آچکا تھا۔اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں پر کم وبیش ۱۰۴ صحیفے اور کتابیں نازل ہوئیں،سب نے اسلام کی بات کی،سب نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی،زبور،توریت،انجیل،ژند،اوستا،وید،اپنشد وغیرہ سب میں اسلام اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر موجود ہے۔بیت اللہ انسانوں کے لئے اللہ کا پہلا گھر بنایا گیا،یہاں ساری دنیا کے لوگ آتے ہیں،ہندوستان سے بھی جاتے تھے۔جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے تو بھی ہندوستان کے لوگ زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔تقریباً ۶۱۷ء میں جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کئے تو جنوبی ہندوستان میں یہ منظر دیکھ کر ایک ہندو راجہ مسلمان ہوگیا۔سارے انسانوں کا دین اسلام ہی ہے،سب انسانوں کو اپنے گھر میں آجانا چاہئے،کب تک دربدر بھٹکتے رہیں گے۔

مسعود

۱۰..........قرآن حکیم،سورہ مائدہ،آیت نمبر۳۲

۱۱..........قرآن حکیم،سورہ انعام،آیت نمبر۱۵۱

۱۲..........(الف) قرآن حکیم،سورہ بقرہ،آیت نمبر۲۰۵

(ب) قرآن حکیم،سورہ مائدہ،آیت نمبر۶۴

۱۳..........قرآن حکیم،سورہ قصص،آیت نمبر۷۷

۱۴..........قرآن حکیم،سورہ فصلت،آیت نمبر۳۴

۱۵..........قرآن حکیم،سورہ آل عمران،آیت نمبر۱۳۴

۱۶..........قرآن حکیم،سورہ بقرہ،آیت نمبر۱۰۹

۱۷..........قرآن حکیم،سورہ بقرہ،آیت نمبر۱۹۹

۱۸..........قرآن حکیم،سورہ بقرہ،آیت نمبر۸۳

۱۹..........بخاری شریف،ج۲،۱۰۲۱

۲۰..........بخاری شریف،ج۲ص۸۸۹

۲۱..........جامع ترمذی،ج۲ص۱۴

۲۲..........مسند احمد بن حنبل،ج۳،ص۲۷۳

۲۳..........(الف) جامع ترمذی،ج۲،ص۵۴

(ب) سنن ابن ماجہ،ص۳۲۱،کراچی

۲۴..........بخاری شریف،ج۲ص۸۹۶

۲۵..........قرآن حکیم،سورہ عبس،آیت نمبر۱۔۱۰

۲۶..........محمد انوار اللہ حیدرآبادی: انوار احمدی (تلخیص ارشد القادری) مطبوعہ نئی دہلی،ص۱۱۸

۲۷..........شبلی نعمانی سیرت النبی،ج۱،ص۲۴۵۔۲۴۶،مطبوعہ اعظم گڑھ،۱۹۱۴ء

نوٹ:۔ یہ بائیکاٹ محرم ۷ نبوی میں شروع ہوا اور ۱۰ نبوی میں ختم ہوا،اسی سنہ میں ابو طالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا۔لیکن ان پے در پے عظیم صدمات کے باوجود آپ نے اپنے مشن کو نہایت ہی استقلال واستقامت کے ساتھ جاری رکھا۔ مسعود

۲۸............پیر کرم شاہ الازہری: ضیاء النبی، ج ۳، ص ۹۴، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء

۲۹............بدر القادری: اسلام اور امن عالم، مبارک پور ۱۹۸۹ء، ص ۳۰۱

۳۰............قرآن حکیم، سورہ فتح، آیت نمبر ۱۱-۱۲

۳۱............شبلی نعمانی: سیرت النبی، ج ۱، ص ۴۵۵

۳۲............شبلی نعمانی: سیرت النبی: ج ۱، ص ۵۱۵، اعظم گڑھ ۱۳۳۲ھ ۱۹۱۴ء

۳۳............زرقانی ج ۲، ص ۳۲۸

۳۴............Stanley lane Pool : The Prophet and Islam, (Abridge-1897), Lahor e, 1952, pp. 31-2

۳۵............S.P.Scott : History of the Moorish Empire In Europe, vol 1,pp. 98-9 (Re.the Arabian Prophet, p.390)

۳۶............Dr.Ata Mohy-ud-Din : The Arabian Prophet, Lahore, 1955,p.27

۳۷............W.C.Taylor : The history of Mohammetanism and its Sects, London ,p.116

۳۸............کنز العمال، ج ۲ ص ۲۲

۳۹............قرآن حکیم، سورۂ حجرات، آیت نمبر ۱۳

۴۰............عبد القیوم ندوی: خطبات نبوی، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۱۸۵-۶

۴۱............Dr. Hans Kruse : The Foundation of Inernational Islamic Jurispru dence, Karachi, p.17

۴۲............علامہ بدر القادری (ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی، ہیگ، ہالینڈ) نے اپنی تصنیف اسلام اور امن عالم، (مطبوعہ مبارک پور ۱۹۸۹ء ص ۱۲۸-۱۳۲) میں غزوات اور جنگوں میں ہلاک اور زخمی ہونے والوں کی پوری تفصیل دی ہے۔ مسعود

۴۳............T.W.Arnold : The Preaching of Islam,Lahore, 1950

۴۴............شبلی نعمانی: الفاروق، مطبوعہ، لاہور (۱۸۹۸ء)، ص ۱۲۱

۴۵............T.W.Arnold : The Preaching of Islam,p.61

۴۶............T.W.Arnold : The Peraching of Islam,pp.63-8

۴۷............ڈاکٹر تارا چند: تمدن ہند پر اسلامی اثرات، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء

۴۸............خط پرکال داس بنام کلیان داس، جیٹھ ۹ سمت ۱۷۲۳ ام مئی ۱۶۶۶ء، (عزیز الملک سلیمانی: عالم گیر کی اصلی تصویر، مطبوعہ کراچی، ص ۲۳۹)

۴۹............T.W. Arnold : The Preaching of Islam, Lahore, 1950, p.420

۵۰............قرآن حکیم، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۱۰۳

☆☆☆

رواداری، قرآن وحدیث اور تاریخ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی

مقالہ برائے

انٹرنیشنل قرآن کانفرنس، وگیان بھون، نئی دہلی

۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء

قرآن ہندی سوسائٹی، ہند

ادارۂ مسعودیہ ۲/۶،۵۔ای، ناظم آباد، کراچی، سندھ

اسلامی جمہوریہ پاکستان